بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

دینی مدارس علم وعمل کے گہوارے!

پاکستان کے تمام دینی مدارس (بلاتفریق مسلک) میں نئے تعلیمی سال کا آغاز ماہ شوال سے ہوتا ہے۔آجکل دینی مدارس میں خوب گہما گہمی ہے۔اور نئے طلبہ پورے عزم کے ساتھ داخلہ لے رہے ہیں۔دینی مدارس نہ صرف تعلیم کے فروغ میں مثالی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔بلکہ اعلی اخلاقی قدروں کی اشاعت میں بھی ان کا کردار کسی سے مخفی نہیں ہے۔معاشرے کی اہم ترین دینی ضروریات یہی مدارس پوری کرر ہے ہیں۔ اور یہ ساری خدمات بلا معاوضہ ادا کرر ہے ہیں۔

اس سے انکارنہیں کہ دینی مدارس میں اصلاح طلب کئی پہلو ہوسکتے ہیں؟ لیکن ایک بات طے شدہ ہے کہ یہ مدارس اسلامی تہذیب وثقافت کے امین اور اسلامی روایات کے پاسبان ہیں۔انہی کی وجہ سے آج پوری دنیا میں اسلامی تشخص قائم ہے۔اسلامی عقائد ونظریات کے علمبردار اور کتاب وسنت کے علوم کے محافظ ہیں۔آج یہی مدارس سلف صالحین کے فہم کے مطابق اس کی ترویج کرر ہے ہیں۔تمام اسلامی علوم کو نہ صرف نسل درنسل منتقل کرر ہے ہیں۔بلکہ اس میں کسی رطب ویابس کی آمیزش نہیں ہونے دیتے۔یہ کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے؟ کئی صدیاں بیت جانے کے باوجود اسلامی علوم اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں۔یہ مدارس کسی نعمت سے کم نہیں ہیں۔

مدارس کا ایک امتیاز یہ بھی ہے۔کہ یہ تعلیم کے ساتھ تربیت پر خصوصی توجہ دیتے ہیں۔یہ علم وعمل کے گہوارے ہیں۔جہاں داخل ہونے والے طالب علم عملی زندگی گزارتا ہے۔اور معاشرے کی حقارت بھری نظروں کی پروا کیے بغیر اپنے مشن کے ساتھ وابستہ ہے۔بلکہ نہایت اخلاص کے ساتھ آگے بڑھتا چلا جارہا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ دین سے گہری محبت رکھنے والے والدین ہی اپنے جگر گوشوں کو مدارس کے سپرد کرتے ہیں۔ان کے اخلاص اور للہیت پر دورائے نہیں ہوسکتی۔کہ اس مادہ پرستی کے دور میں دنیاوی لالچ سے بالاتر ہوکر ہی ہو اللہ تعالیٰ سے یہ عظیم تجارت کرتے ہیں۔ان والدین کی ایک تمنا ہوتی ہے۔کہ ہمارا لخت جگر اسلامی علوم سے بہرہ مند ہوکر پاکیزہ زندگی گزارے۔اور ہمارے لیے صدقہ جاریہ اور نجات کا ذریعہ بنے۔ایسے عظیم والدین کو ہم سلام پیش کرتے ہیں۔جو ایسی تجارت کرر ہے ہیں۔کہ جس میں کوئی خسارہ نہیں۔

رہے وہ اساتذہ کرام اور مربی حضرات جو مدارس کی چٹائیوں پر بیٹھ کر ان طلبہ کو قال اللہ وقال

الرسول ﷺ کا درس دیتے ہیں۔ وہ ہمارے شکریے کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے اپنی زندگی دینی علوم کی تدریس کے لیے وقف کر رکھی ہے۔ جس ادارے سے وابستہ ہوتے ہیں۔ پھر ان کا جینا مرنا وہی ہوتا ہے۔ کتنے ایسے لعل وجوہر ہیں۔ جن کے جنازے انہی اداروں سے اٹھے ہیں۔ ایسے درویش صفت اور مالکوتی اوصاف حمیدہ سے مزین لوگ جو کبھی اپنا دکھ درد اور شکوہ زبان پر نہیں لاتے۔ نہایت صبر وتحمل، استقامت واستقرار کے ساتھ دینی ذمہ داریاں نبھاتے ہیں۔ اور نہایت ہشاش بشاش نظر آتے ہیں۔ اپنے مشن سے اتنی گہری وابستگی کی مثال فی زمانہ کسی دوسرے شعبے سے تلاش کرنا ناممکن ہے۔ نہایت قلیل مشاہرہ پر گزر بسر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی مساعی قبول فرمائے۔

ان خوبیوں کے باوجود اہل مدارس کو بعض اہم باتوں پر غور کرتے ہوئے ان کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔ طلبہ میں علمی رسوخ کے ساتھ اعلیٰ اخلاقی قدریں پیدا کی جائیں۔ دوسروں کے ساتھ ہمدردی انکی خیر خواہی اور محبت پیدا کی جائے۔ روزمرہ کے مسائل کو حل کرنے کے طریقوں سے آگاہ کیا جائے۔ تاکہ پوری حکمت اور دانائی کے ساتھ مسائل کا حل پیش کر سکیں۔ لوگوں کو اکثر یہ شکوہ رہتا ہے۔ کہ حضرات علماء کرام بہت جلد جذباتی ہو جاتے ہیں۔ علامہ اقبال نے بھی شکوہ کیا تھا۔

اٹھا میں مدرسہ وخانقاہ سے غمناک
نہ زندگی نہ محبت نہ معرفت نہ نگاہ

بہرحال یہ ہماری بنیادی ذمہ داری ہے کہ ہم تعلیم کے ساتھ یہ اوصاف بھی طلبہ میں پیدا کریں۔ نرم لہجہ اختیار کریں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بھی یہ تعلیم دی گئی کہ فرعون سے بات کرتے ہوئے نرم گفتگو کریں۔ ''**قولا له قولا لينا لعله يتذكر اويخشى**''

دینی مدارس کے حل وعقد کو یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ وہ طلبہ کی تعلیم وتربیت کر رہے ہیں۔ جو دراصل قوم کے رہنما اور مرشد بن رہے ہیں۔ محض مسجد کی امامت کے لیے ہی تیار نہ کریں۔ بلکہ صحیح معنوں میں ان کی ذہن سازی کریں۔ انہیں مکمل احساس دلائیں۔ کہ مستقبل میں وہ کس مناصب پر فائز ہونے والے ہیں۔ لہذا روز اول سے یہ بات بار بار اور تکرار کے ساتھ ان کے سامنے رکھی جائے۔ تاکہ وہ قیادت کے بوجھ کو اٹھا سکیں۔ عزیمت کے اس راستے میں فقر وفاقہ معمولی بات ہے۔ اصل سرمایہ ان علماء کی بے نیازی اور خودداری ہے۔ علامہ اقبال نے کہا تھا۔

اللہ رکھے تیرے جوانوں کو سلامت
دیں ان کو سبق خود شکنی خود تونگری کا

دینی تعلیم کے مقاصد بہت اعلی وارفع ہیں۔ یہ تعلیم انسان میں بے خودی اور بے نیازی کی ایسی روح پھونک دیتی ہے۔ کہ وہ فکر معاش سے بھی بے گانہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر تعلیم کے حصول میں محض معاشی مفادات ہوں۔تو کوئی بھی علم انسان کو انسان نہیں بلکہ حیوان بنا دیتا ہے۔علم کا مقصد انسان میں ان اوصاف کو پیدا کرنا ہے کہ وہ اپنے ہمراہ پورے معاشرہ کو انسانیت کی معراج تک پہنچا دے۔ بقول علامہ اقبال۔۔۔۔

وہ علم نہیں زہر ہے احرار کے حق میں
جس علم کا حاصل ہو جہاں میں دو کف جو
عصر حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے
قبض کی روح تری دے کے تجھے فکر معاش

دینی تعلیم سے مایوس بعض طلبہ از خود عصری تعلیم کا انتخاب کر لیتے ہیں۔اور اپنی تمام تر صلاحیت اسی پر صرف کر لیتے ہیں۔اور دینی تعلیم ثانوی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ان کی سوچ تبدیل ہو جاتی ہے۔اور مادیت پرستی کا بھوت ان پر سوار ہو جاتا ہے۔ وہ اسے ترقی سے تعبیر کرتے ہیں۔اور بعض اقرباء اس پر نہ صرف خوش بلکہ وہ اسے حقیقی کامیابی تصور کرتے ہیں۔لیکن اس کا نتیجہ بقول علامہ اقبال کے یہی برآمد ہوتا ہے۔

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر
لب خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ
یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین مروت کے خلاف

آج جدیدیت کے نام پر ایک نئے فتنے نے جنم لیا ہے۔جس نے اسلامی شعبہ کو تختہ مشق بنا رکھا ہے۔اور دن بدن اس میں شدت آ رہی ہے۔اس طوفان بدتمیزی کا راستہ روکنے کے لیے از حد ضروری ہے کہ طلبہ میں یہ بات راسخ کی جائے کہ فہم اسلام میں وہ ہمیشہ سلف صالحین کے نکتہ نظر کو سامنے رکھیں۔اور ان کے وضع اصول وضوابط کے پابند رہیں۔اسی میں عافیت ہے۔اس لیے دین کی بنیاد وحی الٰہی ہے۔اس کو سمجھنے کے لیے بھی نبی کریم ﷺ کی تعلیمات فرامین اور اسوہ حسنہ کی معرفت چاہیے۔اس کا خصوصاً اہتمام مدارس میں ہونا چاہیے۔اور نصابی کتب سے ہٹ کر اس پر مختلف اوقات میں محاضرات اور مکالمہ کروائیں۔

اہل مدارس کی اولین ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے نصاب تعلیم وتربیت اور ماحول کو اعتدال میں

رکھیں۔ جو کہ اسلام کا طرہ امتیاز ہے۔ ہمیں امت وسطیہ کا اعزاز حاصل ہے۔ اس اعزاز اور شرف کو برقرار رکھنے کے لیے ہمیں عملی طور پر ثابت بھی کرنا ہے۔ بعض ناداں اور ناعاقبت اندیش لوگ محض اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے ناپختہ اذھان میں زہر بھر دیتے ہیں۔ اور ان کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کو یہ بدنام کرتے ہیں۔ ان سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ اور دوران تدریس طلبہ کو شدت اور انتہاء پسندی سے بچنے کی تلقین کریں۔ اور اعتدال پر مبنی متوسط راستہ اختیار کریں۔ یہ انتہائی نازک اور حساس موضوع ہے۔ آج اکثر مدارس پر یہی الزام ہے کہ وہ فرقہ وارانہ اور متشددانہ تعلیم دیتے ہیں۔ اس تاثر کو زائل کرنے کی ضرورت ہے!۔ ان طلبہ کو اعلیٰ تعلیم دے کر اس قابل بنا دیا جائے کہ وہ حق گوئی و بے باکی کے ساتھ دین اسلام کا پرچار کریں۔ اور وہ حق ادا کرے جو پوری امت کی طرف سے ان پر واجب ہے۔

جوانوں کو میری آہ سحر دے
پھر ان شاہین بچوں کو بال و پر دے
سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

بعض مدارس طالبات کی تعلیم کے لیے وقف ہیں۔ یہ ایک بہت بڑھا اہم فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ اس لیے کہ پاکستان کی آبادی کا نصف حصہ خواتین پر مشتمل ہے۔ ایک پڑھی لکھی خاتون پورے خاندان کو تبدیل کر سکتی ہے۔ اور بالخصوص بچوں کی تربیت میں انہی کا کلیدی کردار ہوتا ہے۔ اس لیے انہیں اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی مکمل ٹرینگ دی جائے۔ اور اسے آمادہ کیا جائے کہ وہ یہ فریضہ سرانجام دینے کے لیے ہمہ وقت تیار رہے۔ اگر خواتین کی تعلیم میں یہ مقاصد نہ ہو تو ان کی تعلیم نہ صرف ادھوری بلکہ نامکمل ہے۔ علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو ارباب نظر موت
بیگانہ رہے دین سے اگر مدرسہ زن
ہے عشق ومحبت کے لیے علم وہنر موت

امید ہے تمام اہل مدارس ہماری گذارشات پر ہمدردی سے غور فرمائیں گے۔